

پاکستان میں ایک دن!

علامہ اقبال عالم بالا میں ازحد بے چین تھے۔ فرشتے انہیں پاکستان کے حالات کے متعلق تشویشاً ک خبریں اور واقعات بتاتے رہتے تھے۔ علامہ ان سنی سنائی باتوں پر قطعاً یقین نہیں کرتے تھے۔ خیال تھا کہ اکثر متفقی توجیہات ہندوستان کی حکومتی پارٹی یا کانگریس یا ملک کے ذمتوں کی طرف سے پیش کی جاتی ہیں۔ اکثر تو ان باتوں کو سنتے ہی نہیں تھے۔ اگر کوئی فرشتہ و ثوق سے بات کرتا تھا تو ایسے سوال پوچھتے تھے جنکا جواب کم از کم نوری مخلوق کے پاس نہیں تھا۔ مثلاً ایک فرشتے نے بتایا کہ پاکستان بیرونی امداد اور قرضوں پر چل رہا ہے۔ بیرونی ممالک جب چاہیں، قرض واپس مانگ کر ملک کو لاچا کر سکتے ہیں۔ علامہ حیرت سے سوال کرتے تھے کہ جس ملک کے پاس ہر معدنی دولت کے انبار ہوں، بھلاوہ کیسے مقروض ہو سکتا ہے۔ جب علامہ نے بہت زیادہ متفقی بتائیں سنی، تو ایک دن درخواست کی کہ صرف ایک دن کیلئے پاکستان جانے کی اجازت دی جائے۔ یہ اپنی طرز کی پہلی باضابطہ درخواست تھی اور اس طرح کی اجازت کسی بھی روح کو دی نہیں گئی تھی۔ پر علامہ کی قد آور شخصیت اور مسلمانوں کیلئے ایک علیحدہ ملک کا خواب، انہیں باقیوں سے بالاتر بنادیتا تھا۔ غور و خوض کے بعد اقبال کو اجازت دے دی گئی کہ وہ صرف ایک دن کے لیے عالم بالا سے روئے زمین پر جاسکتے ہیں۔ شرط صرف یہ تھی کہ انسانی جسم کی صورت میں ہونگے۔ بلکہ انہیں انکی اصل شکل میں بھیجا جائیگا۔ علامہ نے فوری طور پر یہ سب کچھ مان لیا۔

ایک دن صحیح علامہ اقبال کو بشری شکل میں ہمارے ملک میں بھجوادیا گیا۔ اقبال کے ذہن میں پہلا تجسس تھا کہ دیرینہ رفیق اور دوست، قائد اعظم کے مزار کو سلام کریں۔ وہاں پہنچ اور اندر جانے کی کوشش کی، تو ایک سیکیورٹی اہلکار نے درشت طریقے سے پوچھا کہ بابا تو کون ہے اور اتنی صحیح سوریے یہاں کیا کرنے آیا ہے؟ آج تو یہاں ایک سیاسی جماعت کا جلسہ ہے۔ کسی بھی عام آدمی کو مزار کے اندر جانے کی اجازت نہیں۔ اقبال بالکل سمجھنہ پائے کہ قائد اعظم کے مزار پر سیاسی جماعت کا جلسہ کیسے ہو سکتا ہے۔ وہ تو اس ملک کے دنیاوی خلق تھے۔ انکا نام اور مقبرہ کوئی سیاسی جماعت کیسے استعمال کر سکتی ہے۔ سیکیورٹی اہلکار نے جب اس بوڑھے آدمی کو شش و پنج کی کیفیت میں دیکھا، تو کہنے لگا بابا جی، تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟ تمہارا شاخ تھی کارڈ کہاں ہے۔ اقبال نے بڑی متانت سے جواب دیا کہ میر اعلیٰ سیالکوٹ سے ہے اور فی الحال بڑی دور سے آ رہا ہوں۔ صرف قائد کی قبر دیکھنا چاہتا ہوں۔ میرے پاس تو کوئی شاخ تھی کارڈ نہیں۔ سیکیورٹی اہلکار شک میں پڑ گیا۔ پوچھنے لگا کہ اے بوڑھے انسان، کہیں تم دہشت گردی میں ملوث تو نہیں ہو؟ علامہ کے انکار پر کاشٹبل نے انکی جامع تلاشی لی۔ اچکن کی جیب سے کچھ نہ نکلا تو حکم دیا آپ کی عمر کی وجہ سے لحاظ کر رہا ہوں۔ جاؤ، جلدی سے پانچ سورو پے دو، تاکہ آگے گے جانے دوں۔ علامہ حیرت ذدہ ہو گئے۔ پانچ سورو پے تو بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ یہ تو بطور استاد میری ماہانہ تنخواہ سے بھی زیادہ ہیں۔ کاشٹبل کا پارہ چڑھ گیا۔ کہنے لگا کہ تمہارے پاس پانچ سورو پے تک نہیں ہیں۔ چلو دوسورو پے دے دو۔ اس سے کم قطعاً نہیں لوں گا۔ بحث ہو ہی رہی تھی کہ ایک نوجوان آیا۔ پوچھنے لگا کیا ماجرا ہے۔ علامہ نے بڑی تکلیف سے بتایا کہ یہ اہلکار اندر جانے کے دو سورو پے مانگ رہا ہے۔ بہت دور سے آیا ہوں اور میرے پاس پیسے نہیں ہیں۔ نوجوان بولا، سمجھ گیا کہ آپ امریکہ سے آئے ہیں اور ابھی

پاکستانی کرنی نہیں خریدی۔ میرا کرنی کا کاروبار ہے۔ دوسرو پے اہلکار کو دیتا ہوں۔ جب آپ نے ڈالر تڑوانے ہوں، تو میری دکان سے کروائیے گا۔ یہ میرا کارڈ لے بیجئے۔ پسی لیکر اہلکار نے آگے جانے دیا۔ مزار کے اندر جا کر جب علامہ قبر کے نزدیک پہنچ تو چہرہ آنسوؤں سے لبریز ہو گیا۔ ہچکیاں بندھ گئیں۔ باہر نکلے تو سیاسی جلسہ شروع ہو چکا تھا۔

ایک شخص جو جیسے سے لیڈر لگتا تھا۔ ماہک پر آستینیں چڑھا کر چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ ملک کو قائد اعظم اور اقبال کے خواب کے مطابق ترقی کروائیں گے۔ علامہ حیرت ذدہ ہو گئے۔ سٹچ کے نیچے کھڑے ہوئے سیاسی ورکر سے کہا کہ کیا یہاں میں تقریر کر سکتا ہوں۔ سیاسی کارکن نے حیرت سے انکی طرف دیکھ کر کہا، کہ کیا آپ وزیر، ایم این اے یا ایم پی اے ہیں؟ نفی پر کہنے لگا کہ سٹچ پر جانے کی اجازت ہرگز ہرگز نہیں مل سکتی کیونکہ یہ صرف وی۔ آئی۔ پی لوگوں کیلئے ہے۔ کیونکہ وضع قطع سے ایک دیہاتی سے انسان لگتے ہیں، لہذا سوچی بھی نا، کہ کوئی سٹچ پر جانے دیگا۔ ہاں ایسے کرو، کہ ہماری سیاسی پارٹی کا جھنڈا اپنے ہاتھ میں لے لو۔ لوگوں میں شامل ہو جاؤ۔ جھنڈا الہراتے رہو۔ جلسے کے خاتمے پر تمہیں ایک ہزار روپیہ مل جائیگا۔ ہاں، ایسی جگہ پر بیٹھنا جہاں سے کیمرے پر جھنڈا الہراتے ہوئے نظر آ سکو۔ علامہ ششدر رہ گئے۔ سوال کیا، سیاسی کارکن تو ملک کی بہتری اور محبت میں جلسہ گاہ آتے ہیں۔ انکا پسیے سے کیا تعلق۔ کارکن نے سنجیدگی سے کہا، بابا جی، آپکے بال سفید ہیں اسلیے عزت کر رہا ہوں۔ جاؤ، وقت ضائع نہ کرو۔ تم ضرور مختلف سیاسی پارٹی کے کارکن ہو۔ جاؤ، فوراً فوچکر ہو جاؤ۔ علامہ بے بسی واپس جانے لگے تو ایک مقرر زور زور سے کہہ رہا تھا کہ یہ ملک علامہ اقبال کا خواب تھا۔ ہم اس میں سے کرپشن اور رشتہ ختم کر دیں گے۔ مساوات اور انسان دوستی کا پیغام پھیلائیں گے اور یہی خواب قائد اعظم اور حضرت علامہ اقبال کا بھی تھا۔ اقبال کو یقین نہ آیا کہ یہ لیڈر ان کا نام کس طرح استعمال کر کے عجیب باتیں کر رہا ہے۔ انکو تو سٹچ پر بھی جانے کی اجازت نہیں ملی اور جھنڈا الہرانے کے پسیے دینے کی کوشش بھی کی گئی۔ اس طرح کے پاکستان کا خواب انہوں نے ہرگز ہرگز نہیں دیکھا تھا۔ انہائی ڈھنی کو فت میں کراچی سے لا ہو رپنچ گئے۔

بادشاہی مسجد کے سامنے گئے تو دل خوش ہو گیا۔ اندر لوگ ہی لوگ تھے۔ پتہ چلا کہ کوئی غیر ملکی سیاحوں کا گروہ آیا ہوا ہے۔ سو کے قریب گورے اور گوریاں تصویریں بنارہے تھے، سلفیاں بنارہے تھے۔ علامہ بہت خوش ہوئے کہ چلو کافی رونق ہے۔ اتنی دیر میں ایک مقامی گائیڈ نزدیک آیا۔ شیر و انی اور ٹوپی دیکھ کر کہا، کہ بزرگوں کو لوں کے ساتھ تصویریں کھنچواؤ، اس کام کے چار سوروں پے دلواؤ نگا۔ ابھی علامہ سوچ ہی رہے تھے کہ سیاحوں کے ساتھ انکی سلفیاں بنوائی شروع کر دیں۔ ایک گورا انگریزی میں کہنے لگا۔ اے بوڑھے آدمی، کیا تم ریٹائر ہو چکے ہو؟ کیا تمہارے گھروالوں نے تمہاری دیکھ بھال بند کر دی ہے۔ کیا تم کبھی کسی اسکول گئے ہو؟ اقبال جیرانگی سے باتیں سنتے رہے۔ دس منٹ میں بے تحاشہ تصویریں بنوائے گئے۔ بھال سے غائب ہو گیا اور سیاح بھی بس میں بیٹھ کر واپس چلے گئے۔ علامہ کو پیسوں کی ضرورت نہیں تھی۔ مگر گائیڈ کو وعدہ خلافی کرتے دیکھ کر انہیں شدید دکھ ہوا، کیونکہ یہ مسلمان کی شان نہیں تھی۔

ڈھنی <sup>تیشگنی</sup> میں بادشاہی مسجد کے باہر اپنے مزار پر تشریف لے گئے۔ اندر کوئی شخص بھی نہیں تھا۔ لوگوں کی غیر موجودگی سے بہت دل شکنی ہوئی۔ باہر نکلے تو ایک ضعیف عورت سیر ہیوں پر پیٹھی تھی۔ چہرے پر بے شمار جھریاں تھیں۔ غربت کپڑوں سے ٹپک رہی تھی اور بے بسی

کی جیتی جاگتی تصویر معلوم ہوتی تھی۔ علامہ کے دل میں ترس کے بے پناہ جذبات اُمّ آئے۔ پوچھا، اے خاتون، آپ کیوں اس درجہ تکلیف میں ہیں۔ بوڑھی عورت سے یہ سوال کسی نے پہلی بار پوچھا تھا۔ زار و قطار رونے لگی۔ کہا کہ تین مرلے کا گھر تھا۔ وہ ایک اچھی جگہ پر تھا۔ مقامی سیاستدان کی اس پر نظر پڑ گئی۔ بیوہ اور بے سہار تھی۔ لہذا کمزور تھی۔ اس شخص نے گھر پر قبضہ کر لیا اور مجھے بے دخل کر دیا۔ دس سال سے ملکیتی کاغذات لیکر دفتروں میں دھکے کھارہی ہوں۔ مگر اس سیاستدان نے ہر جگہ کہہ رکھا ہے کہ اس بڑھیا کے کاغذات جعلی ہیں۔ اصل کاغذ تو اسکے پاس ہیں۔ بوڑھی عورت کہنے لگی کہ اب بے بس ہو چکی ہوں۔ فٹ پاتھ پر سوجاتی ہوں اور بھیک مانگ کر گزار کرتی ہوں۔ میرا کوئی پر سان حال نہیں۔ اس ملک میں غربت کیلئے کوئی انصاف نہیں۔ علامہ سب کچھ سن کر شدید غصے میں آگئے۔ بزرگ عورت کو کہا کہ مجھے اس سیاستدان کے دفتر لے جاؤ۔ خود اس سے بات کرتا ہوں۔ یہ ملک ہم نے اسلیے تو نہیں بنایا تھا کہ لوگ دھکے کھائیں اور در برد لیل ہوں۔ بوڑھی اماں کہنے لگی، کہ ملک تو قائد اعظم اور علامہ اقبال نے بنایا تھا۔ آپ کا اس سے کیا تعلق۔ علامہ بالکل خاموش ہو گئے۔ کچھ کہے بغیر بوڑھی عورت کو ساتھ لیا اور سیاستدان کے دفتر پہنچ گئے۔ وہاں کافی لوگ انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ علامہ بھی بڑھیا کے ساتھ خالی کر سیوں پر بیٹھ گئے۔ ایک شخص قریب سے گزر اتو علامہ نے انہنai تہذیب سے پوچھا کہ صاحب، کب آئیں گے۔ کارندے نے غور سے علامہ کو دیکھا اور پوچھا کہ کیا تم ہمارے ووٹر ہو۔ پہلے میں نے تمہیں یہاں نہیں دیکھا۔ کسی اخبار میں کام تو نہیں کرتے۔ سوالات کی بوچھاڑ پر بھی علامہ نے تخلی کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ کہا کہ ایک عام شہری ہوں۔ اس بوڑھی عورت کو انصاف دلوانا چاہتا ہوں۔ اسکے مکان پر قبضہ ہو گیا ہے۔ یہ تو سراسر لاقانونیت ہے۔ کارندے کا پارہ چڑھ گیا۔ زور سے کہنے لگا کہ پہلے ہی شک تھا کہ مخالف فریق کے آدمی ہو۔ ہماری سیاسی دشمنی میں ادھر آئے ہو۔ جاؤ، چلے جاؤ۔ ورنہ تھانیدار سے کہہ کر ایسا کیس بناؤں گا کہ پوری عمر جیل میں رہو گے۔ تھانیدار وہیں بیٹھا ہوا تھا۔ ہمارے صاحب، مصروف آدمی ہیں۔ اسکے پاس تمہارے جیسے لوگوں کیلئے کوئی وقت نہیں۔ جاؤ، بھاگ جاؤ، بھاگ۔ علامہ پریشان ہو گئے۔ مگر اس بوڑھی عورت کے ساتھ بہت ظلم ہوا ہے۔ اسکو گھروالپیں ملنا چاہیے۔ کارندہ یہ سنکر آگ بگولہ ہو گیا۔ چند لوگ بلا لیے اور حکم دیا کہ اس بابے اور بڑھیا کا دماغ درست کرو۔ علامہ خاموشی سے دفتر سے باہر آئے اور بڑھیا کو کہا کہ مائی، میں تمہیں انصاف نہیں دلو سکتا۔ تمہیں دنیاوی خداوؤں نے بر باد کیا ہے۔ اب صرف کائنات کا مالک ہی تمہاری مد کر سکتا ہے۔

بادشاہی مسجد کے سامنے واپس آ کر علامہ نے درخواست کی کہ انکا ایک دن ابھی پورا نہیں ہوا، پھر بھی انہیں واپس بلا لیا جائے۔ وہی ہوا۔ علامہ سخت رنج، دردار بوجھل انداز میں ایک دن ختم ہونے سے پہلے ہی واپس چلے گئے۔ اسکے بعد برسوں عالم بالا میں خاموش بیٹھ رہے۔ (یہ تحریر بذات خود ایک خواب ہے)